Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 1,Vol 4,January-March,2022

شمارہ ۱، جلد ۴، جنوری—مارچ

عورت کو بااختیار بنانے کے بارے میں صوبہ خیبر پختون خوا کے فقہاءِ احناف کا نظریہ اور معاشرے پر اس کے اثرات

The View of Hanafi Jurists of Khyber Pakhtunkhwa Concerning Women Empowerment and Its Impacton Society

ڈاکٹر محمد کامران[1]

ڈاکٹر محمد حیات خان[2]

Keywords:
women empowerment, jurisprudence, honor killing, dowry, possession

Abstract:

. The general mood of society about recognizing and empowering women's rights has always been disappointing. If the problem is seen in the context of Khyber Pakhtunkhwa, the situation becomes even more troubling, One of the reasons is that the society here is influenced by the ancient tribal system. It is clear that the fatwa's of the Khyber Pakhtunkhwa have a large influence on the jurisprudence of the jurists here. So the question is, what do the jurists here think about empowering women and recognizing their rights? It is also a question whether the jurists have raised their voices against this notion? An important question is: If the jurists have raised their voices, what changes have they made to the general mood of society? It is also important that the jurists are not compelled by the traditions, habits and customs of women here.
Here are brief answers to these questions: The woman is empowered about her personal possessions, So he does not need permission from anyone to meet his religious, social, charitable and personal needs. The Haqqa Mahar and dowry is pure property by a woman, Therefore, it is not permissible to occupy it by the father or the husband. A woman can do everything she can to protect her rights, And her attempt will not be considered disobedience to father or husband. It is not shameful for a woman to marry on her own, or to refuse to marry at will, and nor is it against the honor, So that she can be killed in honor.

1. اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ ودینیہ، جامعہ ہری پور

2. اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ ودینیہ، جامعہ ہری پور

عورت کو عمومی طور پر معاشرے کا ایک کمزور فرد تصور کیا جاتا ہے۔ زندگی کے بہت سارے مراحل میں اس کی حقِ ملکیت کو تسلیم نہیں کیا جاتا، نہ اس کو اس قدر بااختیار تسلیم کیا جاتا ہے، کہ وہ اپنی زندگی یا مال سے متعلق فیصلہ خود کرے۔ عورت کے بارے میں اس عمومی نظریہ کو اگر صوبہ خیبر پختون خوا کے تناظر میں دیکھا جائے، تو معاملہ مزید گھمبیر ہو جاتا ہے، کیوں کہ یہاں کا معاشرہ قدیم قبائلی نظام اور مذہبی تعلیمات کا ہمیشہ سے زیرِ اثر رہا ہے، جن کو دیکھ کر بادی النظر میں یہ تاثر زیادہ گہرا ہو جاتا ہے کہ یہاں کی عورتیں اپنے ذاتی معاملات کے بارے میں کس قدر مجبور ہوگی۔ ان حالات پر گہری نظر رکھنے والوں کے ہاں اس پوری صورتِ حال کے اصل ذمہ دار یہاں کا مذہبی طبقہ ہے، کیوں کہ یہاں کے عوام اپنے مسائل میں عموماً فقہاءِ احناف اور مفتیانِ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور پھر ان ہی کے فتوؤں کی روشنی میں انتہاء پسندانہ اور غیر انسانی نظریات اختیار کرتے ہیں۔

بنیادی سوالاتِ تحقیق:

اب سوال یہ ہے کہ عورتوں کو بااختیار بنانے اور ان کی حقِ ملکیت کو تسلیم کرنے کے بارے میں یہاں کے فقہاءِ احناف کا کیا نظریہ ہے؟ یہ بھی سوال ہے کہ کیا فقہاءِ احناف نے اس نظریہ کے خلاف آواز اٹھائی بھی ہیں یا نہیں؟ ایک اہم سوال یہ بھی ہے کہ اگر فقہاءِ احناف نے آواز اٹھائی ہو، تو اس نے معاشرے کے عمومی مزاج میں کیا تبدیلی رونما کی ہے؟ یہ بھی اہم ہے کہ فقہاءِ احناف عورتوں کے بارے میں یہاں کے عرف، عادات اور رسم و رواج سے مجبور تو نہیں ہوئے؟ ان سوالات کے جوابات پر اس مقالہ میں روشنی ڈالی جائے گی۔

عورت کا اپنے مال کے بارے میں بااختیار ہونا

عورت کے پاس مال آنے کے عموماً چند ذرائع ہوتے ہیں: ایک حقِ مہر، دوسرا والدین کی طرف سے ملنے والا جہیز اور تیسرا وراثت میں ملنے والا مال۔ اگر کسی صورت سے عورت ان ذرائع سے آمدہ مال کی حقِ ملکیت حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی جاتی ہے، تو مردوں کی طرف سے عورتوں کو اپنے ان ذاتی اموال میں مذہبی، سماجی اور رفاہی کسی قسم کے تصرف کا اختیار نہیں دیا جاتا، چنانچہ عورت اپنے اختیار کے ساتھ ان اموال سے نہ تو زکوۃ اور صدقات دی سکتی ہے، نہ قربانی کر سکتی ہے، نہ کسی کی مدد کر سکتی ہے، اور نہ کسی رفاہی ادارے میں دے سکتی ہے، گویا عورت کی ملکیت کو ہی تسلیم نہیں کیا جاتا۔

اس حوالہ سے خیبر پختون خوا کے فقہاءِ احناف نے بہت مؤثر کردار ادا کیا ہیں، جس کی وجہ سے معاشرے میں اب یہ رجحان بڑھتا جا رہا ہے کہ عورت کو بھی اپنے مال میں حقِ تصرف حاصل ہے، اور عورت ہی اپنے ذاتی مال کی اصل مالک ہے۔ یہاں صوبہ خیبر پختون خوا کے فتاوی سے اس بارے میں چند مسائل ذکر کئے جاتے ہیں:

حقِ مہر میں تصرف کرنا کس کا حق ہے؟

1. فتاوی حقانیہ میں سوال ہے، کہ "ایک شخص نے اپنی بیٹی کا حقِ مہر لے کر اپنے پاس رکھا، تو سال گذر جانے کے بعد زکوۃ باپ پر لازم ہے یا بیٹی پر؟"

جواب کا خلاصہ یہ ہے، کہ "اگر بیٹی شرم و حیا کی وجہ یہ رقم باپ سے مانگ نہیں سکتی، تو باپ کے لیے اس رقم کا لینا جائز نہیں ہے، اور اس صورت میں زکوۃ بیٹی پر لازم ہے، کیوں کہ مال دراصل بیٹی کی ملکیت ہے۔ البتہ اگر بیٹی رضامندی سے وہ رقم باپ کو ہبہ کردے، تو پھر زکوۃ باپ پر لازم ہے۔"[1]

اس فتویٰ میں جہاں بیٹی کو یہ احساس دلایا گیا، کہ آپ کا شرم وحیا کی وجہ چھپ رہنا، آپ کی ملکیت کو ساقط نہیں کرتا، وہاں باپ کو بھی متنبہ کیا گیا، کہ بیٹی کی رضامندی کے بغیر اس کے مال پر قبضہ کرنا جائز نہیں ہے۔

صوبہ خیبر پختون خوا میں شوہر کی طرف سے بیوی کو دیئے گئے مہر کی کاروائی صرف رسمی ہوتی ہے، بلکہ شوہر سے زیادہ مہر کے مطالبہ کی صورت میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "آپ نے کون سا دینا ہے" جتنا مانگ رہے ہیں، اتنا ہی لکھ لو۔ مہر میں دی گئی چیز میں عورت کو کسی قسم کا اختیار یا تصرف کا حق نہیں دیا جاتا۔ اس بارے میں یہ فتویٰ کافی اہم ہے:

سوال یہ ہے کہ: "ایک آدمی نے اپنی بیوی کو کچھ زمین حق مہر کے طور پر دی ہے، اب یہ شخص اس زمین کو بیوی کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا چاہتا ہے۔ کیا شوہر کو یہ حق حاصل ہے؟"

جواب: "مہر میں دی گئی زمین کی تمام تر مالکانہ حقوق بیوی کو حاصل ہے۔ لہذا اس زمین میں شوہر کو ملکیت یا ولایت کا حق حاصل نہیں ہے۔ بیوی کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔"[2]

اس فتویٰ سے یہ تاثر بھی جاتا رہا، کہ یہاں کے فقہاءِ احناف اکثر معاشرے کی روایات اور یہاں کے رسم ورواج سے متأثر ہو کر فتویٰ دیتے ہیں۔

کیا شوہر اپنا قرضہ ادا کرنے کے لیے بیوی کا مال دے سکتا ہے؟

2. فتاوی حقانیہ میں ایک سوال ہے کہ "اگر کسی کی بیوی کے پاس چودہ تولہ سونا زیورات کی صورت میں موجود ہو، جو اس کی ذاتی ملکیت ہے، جبکہ شوہر اتنا مقروض ہو کہ اس کا قرضہ زیورات کی قیمت سے بھی زیادہ ہو، تو اس شخص کی بیوی پر زکوۃ واجب ہے؟"

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ "زیورات بیوی کی ملکیت ہے، لہذا بیوی پر زکوۃ واجب ہے، بیوی کے حق میں شوہر کے قرضہ کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔"[3]

اس جواب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ شوہر اپنے قرضہ کی ادائیگی کے لیے بھی اپنی بیوی کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتا، بلکہ شوہر کے مقروض ہونے کے باوجود بیوی بدستور مالک رہتی ہے۔

جہیز کے مال میں تصرف کا اختیار کس کو حاصل ہے؟

3. ایک آدمی نے سوال کیا ہے کہ "اگر عورت کو والدین کی طرف سے جہیز میں زیورات دیئے گئے ہوں، اور خاوند نے بھی اس عورت کو صرف استعمال کرنے کے لیے زیورات دیئے ہوں، جبکہ ان زیورات کی ملکیت شوہر کی ہو، تو کیا عورت سارے زیورات پر زکوۃ دے گی؟"

جواب کا حاصل یہ ہے کہ "اگر عورت کو جہیز میں دیئے گئے زیورات زکوۃ کے نصاب تک پہنچتے ہوں، تو پھر اس پر زکوۃ واجب ہے۔ لیکن اگر مجموعہ زیورات تو نصاب کے برابر ہوں، البتہ انفرادی طور پر عورت کے اپنے زیورات بھی نصاب سے کم ہوں، اور شوہر کی ملکیت والے زیورات بھی نصاب سے کم ہوں، تو نہ عورت پر زکوۃ واجب ہے، اور نہ شوہر پر۔"[4]

اس جواب میں صراحت کے ساتھ اس بات کی وضاحت کی گئی، کہ شوہر بیوی کی ملکیت کو اپنی ملکیت شمار نہیں کر سکتا۔

عورت کا اپنی لازمی ذمہ داریوں کو سرانجام دینے میں بااختیار ہونا

یہ تو واضح ہے کہ اسلام میں عورت کی اکثر ضروریات اس شوہر کے ذمہ ہوتے ہیں، لیکن پھر بھی بعض امور عورت کے ذمہ ایسے ضروری ہوتے ہیں، جن کو صرف وہی سرانجام دے سکتی ہے، جبکہ اسلام بھی ان امور کو سرانجام دینے میں مرد کی اجازت کو ضروری قرار نہیں دیتا۔ صوبہ خیبر پختون خوا میں عورت کو اپنے ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں بھی مردوں سے اجازت لینا پڑتا ہے، اور اجازت نہ ملنے کی صورت میں

وہ ان ذمہ داریوں سے سبکدوش نہیں ہو سکتی۔ خیبر پختون خوا کے فقہاءِ احناف نے اس سلسلہ میں بھی اہم کردار ادا کیا ہیں، جس کی وجہ سے معاشرے میں بہت حد تک اس بارے میں آگاہی پیدا ہو گئی ہے، کہ عورت اپنے بعض ذمہ داریوں کے بارے مکمل بااختیار ہے۔
اس بارے میں فتاوی حقانیہ میں درج یہ فتوی انتہائی اہمیت کا حامل ہے، جس کا عنوان یہ ہے:

فرض حج کی صورت میں خاوند کی اجازت

1. سوال یُوں ہے کہ: "اگر کسی عورت پر حج فرض تھا، اور اس نے شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے بھائی کے ساتھ حج ادا کیا، تو کیا اس کا حج ادا ہو گیا؟"

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ: "فرضیتِ حج کی صورت میں شوہر کی اجازت ضروری نہیں ہے، لہذا عورت کا اپنے بھائی کے ساتھ حج ادا کرنا صحیح ہے۔"[5]
ایک ایسے معاشرے میں جہاں عورت گھر کے اندر بھی بعض ضروری امور کو شوہر کی اجازت کے بغیر نمٹا نہیں سکتی، اور جہاں عورت کے لیے سرے سے کسی بھی چیز کی ملکیت ہی تسلیم نہیں کی جاتی، وہاں عورت کو صاحبِ نصاب سمجھنا، اور شوہر کی اجازت کے بغیر اس قدر بڑا سفر کرنے کا فیصلہ صادر کرنا، یقیناً فقہاءِ احناف کی طرف سے ایک انقلابی قدم ہے۔

بالغہ عورت کو نکاح کے لیے مجبور کرنا

نکاح کرنا عورت کے بنیادی حقوق میں سے ہے، لہذا اس بارے میں اسلام عورت کو بااختیار بناتا ہے۔ چنانچہ نکاح میں ایجاب و قبول کے شرط ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عورت اور مرد اپنی رضامندی سے اس رشتہ کو قبول یا رد کر دے۔ اس ضمن میں صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں:

"وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها"[6]

آزاد، عاقلہ اور بالغہ عورت کا نکاح اس کی رضامندی سے منعقد ہو گا۔
اس کے برعکس صوبہ خیبر پختون خوا میں یہاں کے عرف اور مزاج کے مطابق اکثر عورتوں سے نکاح سے پہلے پوچھا نہیں جاتا، اور مجلسِ نکاح میں اگر چہ رسمی کاروائی پوری کرنے لیے پوچھا تو جاتا ہے، جس کی وجہ سے اس وقت ماحول اور حالات کے دباؤ میں اکثر عورتیں اپنی خاندانی برم کو قائم کرنے کے لیے آمادہ تو ہو جاتی ہیں، لیکن کبھی اس کے قلبی میلان کے بارے میں معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی گئی، یہی وجہ ہے کہ کبھی کسی مجلسِ نکاح میں کسی عورت کا نکاح سے انکار کرنے کا واقعہ ابھی تک سامنے نہیں آیا۔
صوبہ خیبر پختون خوا کے فقہاءِ احناف نے عقدِ نکاح کو قبول اور ردّ کرنے کے بارے میں عورت کو بااختیار بنانے، اور عورت کے اولیاء کو اس مسئلہ کی حساسیت کے بارے میں آگاہ کرنے کے سلسلہ میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہیں۔ فتاوی حقانیہ میں اس مسئلہ کے متعلق یہ سوال موجود ہے کہ:

2. "اگر کسی عاقلہ بالغہ عورت کا نکاح اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر کسی مرد سے کیا گیا، تو کیا عورت کے انکار کی صورت میں یہ نکاح منعقد ہو گا؟"

جواب کا حاصل یہ ہے کہ اگر ایسی عورت کا نکاح اس کی رضامندی کے بغیر کیا جائے، تو یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہو گا۔[7]
ایسے ماحول میں کہ جب عورت کا اپنے نکاح کے بارے میں کسی قسم کا تبصرہ کرنا معیوب سمجھا جاتا ہو، وہاں عورت کے انکار کو معتبر سمجھنا، اور اس کی رضامندی کو در خورِ اعتناء لانا بہت بڑی تبدیلی ہے، جو واقعی طور پر فقہاءِ احناف کے فتاوی جات کا معاشرے پر اثر انداز ہونے کی بڑی علامت ہے۔
صوبہ خیبر پختون خوا میں عموماً عورتیں نکاح کے بارے میں والدین کے کیئے گئے فیصلہ کو نافذ سمجھتی ہیں، اور نہ چاہنے کی صورت میں بھی وہ اس قسم کے فیصلہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیتی ہیں، لیکن فقہاءِ خیبر پختون خوا کے ان فتاوی جات کی وجہ اب صورتِ حال کافی تبدیل ہو چکی، اور عورتیں

ادب کے دائرہ میں رہ کر، خاندانی مراسم کا لحاظ کرتے ہوئے، والدین سے اپنی مرضی اور پسند وناپسند کا اظہار کر دیتی ہیں۔اس کی دلیل فتاوی حقانیہ میں مذکور یہ فتوی ہے، چنانچہ ایک آدمی نے سوال کیا کہ :

"ایک باپ نے اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح ایک لڑکے سے کر دیا، بیٹی کو جب معلوم ہو گیا تو صرف اتنا کہا کہ : کم از کم مجھ سے تو پوچھ لیتے۔اور پھر خاوند کے گھر چلی گئی۔تو کیا ایسا نکاح نافذ العمل ہے ؟"

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ : "بالغہ بیٹی کا نکاح کرتے وقت بیٹی سے اجازت لینا ضروری ہے۔البتہ اگر وہ باپ کے کئے ہوئے نکاح کو رڈ نہ کرے، تو یہ نکاح اب لازم ہے۔تاہم اگر پہلے سے ردّ کرتی تو اسے یہ حق حاصل ہے۔"[8]

اس سوال میں صراحتاً یہ مذکور ہے کہ "نہ چاہتے ہوئے بھی وہ خاوند کے گھر چلی گئی۔" یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس معاشرے میں عورتیں والدین کے فیصلہ کو نافذ العمل سمجھتی ہیں۔

زبردستی کیے گئے نکاح کی صورت میں عورت کے مجبور ہونے اور فقہاءِ احناف کے فتوؤں کی وجہ سے عورت کا کسی قدر مزاحمت کرنے کی اس بھی زیادہ واضح مثال ایک دوسرے سوال میں موجود ہے، سوال یہ ہے کہ :

"ایک باپ نے بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کیا، لڑکی کو جب اطلاع دی گئی، تو انکار کر کے فوراً رونا دھونا شروع کیا۔شادی بیاہ کے تمام رسومات میں لڑکی مسلسل انکار کرتی رہی، اور اب تک ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔شریعت میں ایسے نکاح کا کیا حکم ہے ؟"

جواب: "اگر سوال پوچھنے والا سچا ہے، تو یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے۔"[9]

اس جواب میں انتہائی دوٹوک انداز میں یہ کہا گیا کہ : یہ نکاح باطل اور کالعدم ہے۔خیبر پختونخوا میں فقہاءِ احناف کی آواز کافی مؤثر ہوتی ہے، لہذا یہاں ان معاملوں میں اس قدر سخت موقف اختیار کرنا حالات کو درست سمت پر گامزن کرنے میں کافی مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

یہی مسئلہ احناف کے دیگر فقہاء نے بھی لکھا ہیں، چنانچہ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں :

"ولا تجبر بكر بالغة على النكاح أي لا ينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها"[10]

کسی باکرہ بالغہ عورت کو نکاح کے بارے میں مجبور نہیں کیا جا سکتا، یعنی اس کی رضامندی کے بغیر ولی کا عقدِ نکاح کے بارے میں فیصلہ کو اس کے حق میں نافذ نہیں کیا جا سکتا۔

یہی مسئلہ احادیث سے بھی ثابت ہے، چنانچہ ایک روایت میں ہے :

"إن جارية بكرا أتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت أن أباها زوجها بغير إذنها ففرق النبي صلى الله عليه وسلم بينهما"[11]

ایک باکرہ لڑکی نے آپ ﷺ کو یہ شکایت لگائی، کہ اس کے والد نے اس کی اجازت کے بغیر اس کی شادی کروادی، تو آپ ﷺ نے میاں بیوی کے درمیان جدائی کا فیصلہ فرمایا۔

ایک دوسری روایت میں خنساء بن خدامؓ فرماتی ہیں :

"أن أباها زوجها وهي ثيب فكرهت ذلك، فأتت رسول الله صلى الله عليه وسلم فرد نكاحه"[12]

خنساءؓ کے والد نے اس کی شادی کروادی، جو اسے ناپسند تھی، لہذا وہ آپ ﷺ کے پاس آئی، تو آپ ﷺ نے اس نکاح کو ختم کیا۔واضح رہے کہ خنساءؓ ثیبہ تھی۔

ان دونوں روایات سے مجموعی طور پر یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام میں عورت کو نکاح کے قبول اور ردّ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔چاہے وہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ۔[13]

اپنی مرضی سے شادی کرنا

فقہاءِ احناف نے جیسے یہ بیان کیاہیں کہ والد اپنی بیٹی کو شادی کے لیے مجبور نہیں کر سکتا،اس طرح اس بات کی وضاحت بھی کی ہیں، کہ اگر بالغہ لڑکی والدین کی رضامندی کے بغیر اپنی مرضی سے اپنی برابری میں شادی کرے، تواس کا یہ نکاح درست ہے۔ گویا عورت کو اپنی لازمی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مکمل بااختیار بنایاہیں۔اس سلسلہ میں فتاوی حقانیہ میں ایک سوال ہے کہ :

3. "اگر بالغہ لڑکی والدین کی رضامندی کے بغیر اپنے کفو میں شادی کرلے،توکیا یہ نکاح درست ہے؟"

جواب: " بالغہ لڑکی اپنے اختیار کی حق دار ہے، لہذا اگر وہ والدین کی رضامندی کے بغیر اپنے کفو میں شادی کرلے، تو یہ درست ہے۔"[14]

لڑکی کا اپنی مرضی سے نکاح کرنے کا سوال ایک دوسرے فقیہ سے بھی کیا گیا ہے، تواس کے جواب کا خلاصہ یہ تھا کہ :

"اگر یہ نکاح "کفو" میں کے ساتھ ہو، تو نکاح بحال رہے گا۔ لڑکی کا والد اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتا۔"[15]

اس مسئلہ کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ :

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى"[16]

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں آزاد بالغہ عورت کی نکاح اس کے ولی کی اجازت کے بغیر درست ہے۔

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:

"وأن المرأة غير ممنوعة من أن تزوج نفسها ممن يكافئها"[17]

اگر خود اپنی برابری میں شادی کرلے، تواس کو نہیں روکا جائے گا۔

اگر غور کیا جائے تواس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ پاکستانی معاشرے میں بالعموم اور صوبہ خیبر پختون خوامیں بالخصوص غیرت کے نام پر عورتوں کو قتل کیا جاتاہے، جس کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس نے والدین کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی کی شادی کی ہے۔ خیبر پختون خوا کے فقہاءِ احناف نے بالغہ لڑکی کی اپنے والدین کی اجازت کے بغیر شادی کو برقرار رکھ کراس ظلم کے خلاف بند باندھنے کی کوشش بھی کی ہیں۔

عورت کے حقوق کی حفاظت

معاشرے میں عورت کو "صنفِ نازک" کہا جاتاہے، جس سے بعض لوگوں نے یہ مطلب اخذ کیاہیں کہ عورت اپنے حقوق کے لیے آواز نہیں اٹھا سکتی۔ مرد جو معاشرے کا طاقت ور فرد تصوّر کیا جاتاہے، اسے اختیار ہے کہ وہ جیسے چاہے، اور جس قدر چاہے، عورت کے حقوق پر قبضہ کرے۔ یہ صورتِ حال اس وقت زیادہ نازک کیفیت اختیار کرلیتی ہے، کہ جب معاشرے پر قبائلی رسم ورواج اور مزاج نے گہرے نقوش چھوڑے ہو، یہی وجہ ہے کہ خیبر پختون خوامیں عورت کواس کے حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا۔ میراث میں اس کا حق تسلیم نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ بعض علاقوں میں تو یہ جملہ کافی مشہور ہے کہ "بہنیں بھی کبھی بھائیوں سے کچھ مانگتی ہیں"۔ نکاح میں رسمی طور پر مہر مقرر کرنے کا رواج تو تھا، لیکن مرد کی طرف سے مہر کو بیوی کے حوالہ کرنے کی زحمت شاذونادر ہی اٹھائی جاتی تھی۔ بعض بڑی عمر کی عورتوں کو یہ تک معلوم نہیں، کہ ان کا مہر کتنا تھا، نہ انہیں خود مہر دیا گیاہے، نہ انہوں نے کبھی مہر کا مطالبہ کیاہیں۔ایسی صورتِ حال میں خیبر پختون خوا کے فقہاءِ احناف نے عورتوں کوان کا حق دلانے، اور ان میں اپنے حقوق کے لیے آواز اٹھانے کی طاقت پیدا کرنے میں مؤثر کردار ادا کیا۔ یہاں بطورِ نمونہ چند فتاوی ذکر کئے جاتے ہیں، جن سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ عورت اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے میں کس قدر طاقت ور ہے، اور فقہاءِ کرام نے اس کے حقوق کی کس قدر حفاظت کی ہیں۔

مہر حاصل کرنے تک عورت اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرنے سے روک سکتی ہے

1. ایک آدمی نے سوال کیا ہے کہ: "حقِ مہر کے حصول کے لیے عورت اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرنے سے روک سکتی ہے؟"

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ: "اگر خاوند مہرِ معجل ادا نہ کرے، تو عورت حصولِ مہر کے لیے اپنے آپ کو اس وقت تک روک سکتی ہے، جب تک وہ مہر ادا نہ کرے۔"[18]

اس جواب سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ ایک طرف اسلام نے بیوی کو خاوند کی نافرمانی سے بچنے کی انتہائی تاکید فرمائی ہے، اس کے ساتھ خیبر پختون خوا کے معاشرتی حالات اس بات کی اجازت بلکل نہیں دیتے، کہ بیوی کسی بھی بات میں خاوند کی نافرمانی کرے، لیکن دوسری طرف عورت کو اپنے حق کے لیے اس قدر مضبوط پوزیشن اختیار کرنے کا مشورہ دینا، یقیناً ایک موثر کردار ہے۔

یہی مسئلہ قدیم فقہاءِ احناف نے بھی لکھا ہیں، چنانچہ "المحیط البرھانی" کی عبارت ہے:

"لأنه إذا لم يوفها المعجل، فلها أن تذهب إلى بيت أبيها من غير إذنه وتمنع نفسها لاستيفاء المعجل فلا يكون الخروج جناية"[19]

یعنی جب شوہر نے بیوی کو مہرِ معجل ادا نہ کیا ہو، تو بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر باپ کے گھر چلی جائے، اور اس وقت تک اپنے آپ کو خاوند کے حوالہ نہ کرے، جب تک وہ مہر ادا نہ کرے۔ جب کہ عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر جانا گناہ بھی شمار نہیں ہوگا۔

یعنی اگرچہ اسلام نے بیوی کو شوہر کی نافرمانی سے منع کیا ہے، لیکن یہاں اپنے حق کے لیے اس کی نافرمانی کرنا گناہ بھی شمار نہیں ہوگا۔

خاوند کے مرنے کے بعد بیوی کے حقِ مہر کی حفاظت

عورت کو ویسے بھی حقوق کی ادائیگی میں لیت و لعل سے کام لیا جاتا ہے، خصوصاً جب اس کا شوہر فوت ہو جائے، تو اس کی رہی سہی حیثیت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ صوبہ خیبر پختون خوا میں عورت کو والد یا خاوند کے مرنے کے بعد میراث میں حصہ مانگنے پر بھی موردِ الزام ٹھہرایا جاتا ہے، جو کہ دیگر ورثہ کی طرح اس کا حق ہے، ایسی صورتِ حال میں عورت کے لیے خاوند کے مرنے کے بعد مہر مانگنے کا تو تقریباً تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ صورتِ حال اس وقت مزید گھمبیر ہو جاتی ہے، جب کوئی عورت اپنے شوہر کی وفات کے بعد دوسری شادی کر لیتی ہے، اور پہلے شوہر سے مہر نہ ملنے کی وجہ سے اس کے ورثہ سے شوہر کے مال میں مہر کا تقاضہ کرے۔ صوبہ خیبر پختون خوا کے فقہاءِ احناف نے اس قبیح اور ظالمانہ رسم کے خلاف بھی اپنا آواز بلند کیا ہیں، جس کی وجہ سے اب اکثر علاقوں میں عورت کے اس قسم کے تقاضہ کو معیوب نہیں سمجھا جاتا، بلکہ اس کو حقِ مہر ادا کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں فتاوی حقانیہ کا یہ فتوی قابل ذکر ہے:

2. سوال: "بعض علاقوں میں یہ رسم ہے کہ خاوند کے مرنے کے بعد اگر اس کی بیوہ دوسری جگہ شادی کر لے، تو پہلے خاوند کے مال سے اس کو مہر ادا نہیں کیا جاتا۔ کیا یہ شرعاً درست ہے؟"

جواب کا حاصل یہ ہے کہ: "نکاح کے بعد اگر خاوند مر جائے، تو بیوی کا حقِ مہر مزید پختہ ہو جاتا ہے، اس لیے بیوہ مہر کی حق دار ہے، اگرچہ دوسری جگہ شادی کرے۔"[20]

شوہر کے مرنے کی وجہ سے بیوی کو پورا مہر دینے کا فتوی "فتاوی فریدیہ" میں مذکور ہے، چنانچہ ایک جگہ سوال ہے کہ: "اگر منکوحہ کا شوہر شادی سے پہلے مر گیا، تو اس کو کتنا مہر ملے گا؟"

جواب: "اس عورت کو پورا مہر ملے گا۔"[21]

واضح رہے کہ یہاں "شادی" سے مراد رخصتی ہے۔اس جواب کے لحاظ سے عورت کے حقِ مہر کی مزید حفاظت کی گئی،اس لیے کہ نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے عورت کے حقِ مہر کو بلکل تسلیم نہیں کیا جاتا۔

شوہر کی موت کے بعد عورت کے لیے حقِ مہر ثابت کرنے کے بارے میں مشہور حنفی فقیہ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

"فالمهر يتأكد بأحد معان ثلاثة: الدخول والخلوة الصحيحة وموت أحد الزوجين"[22]

حقِ مہر تین چیزوں میں کسی ایک کے ساتھ پختہ ہو جاتا ہے:ایک شوہر کا بیوی کے ساتھ مخصوص تعلق قائم کرنا،دوسرا بیوی کے ساتھ خلوت میں ملنا اور تیسرا میاں بیوی میں سے کسی کا وفات پا جانا۔

حقِ مہر میں دی ہوئی چیز کو دوبارہ وراثت کے مال کے ساتھ ملانا

صوبہ خیبر پختون خوا میں ایک غلط رسم یہ بھی ہے کہ نکاح کے وقت شوہر کے والد کی طرف سے اپنے جائیداد یا ملکیت میں سے کوئی چیز بیٹے کی بیوی (بہو) کو بطورِ مہر دی جاتی ہے، لیکن جب والد (سسر) وفات پا جائے، تو اس کی دیگر ملکیت کے ساتھ مہر میں دی ہوئی اس زمین کو بھی شامل کیا جاتا ہے،اور پھر عام قاعدہ کے موافق یہ تمام اشیاء اس میت کے ورثاء میں تقسیم ہو جاتی ہیں۔گویا نکاح کے وقت اپنی بڑھوتری ثابت کرنے کے لیے عورت کو زمین کا کچھ تو دیا جاتا ہے، لیکن بعد میں شوہر اور اس کے بھائیوں کی طرف سے عورت پر دباؤ بڑھایا جاتا ہے، جس کی وجہ وہ حقِ مہر سے محروم ہو جاتی ہے۔

اس سلسلہ میں خیبر پختون خوا کے فقہاء کا مؤقف مندرجہ ذیل ہے:

3. سوال:"ایک آدمی نے بیٹے کی شادی کے وقت اپنی بہو کو کچھ زمین حقِ مہر میں دی۔کیا اس آدمی کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء وہی زمین واپس لے کر وراثت میں تقسیم کر سکتے ہیں؟"

جواب:"حقِ مہر بیوی کی ملکیت ہے، لہذا اس میں اس آدمی کا کوئی حق نہیں ہوگا۔"[23]

اس مسئلہ کی مزید وضاحت کے لیے ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:"مہر میں دکان وغیرہ دینے سے یہ دکان شوہر کے والد کی ملکیت سے نکل جاتا ہے، لہذا اب یہ دکان بیوی کی مرضی یا ہبہ کے بغیر کسی کو دینا جائز نہیں ہے۔"[24]

حقِ میراث سے عورت کو محروم کرنے کے لیے حیلہ بہانوں کی روک تھام

خاوند کی وفات کے بعد بیوی کو میراث سے محروم کرنے کے لیے مختلف قسم کے حیلہ بہانے تراشے جاتے ہیں، جن میں ایک مشہور بہانہ یہ ہے کہ میت کے دیگر ورثہ میت کی بیوی پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ:"یہ اپنے شوہر کی نافرمان تھی،اس کا شوہر اس کو زندگی میں کچھ دینے کے لیے تیار نہیں تھے، تو مرنے کے بعد اس کو کیوں دیا جائے۔"اس قسم کے بہانوں سے اکثر عورت کو میراث سے محروم کر دیا جاتا ہے۔اس بہانہ کو ختم کرنے، اور عورت کا حقِ میراث ثابت کرنے کے لیے خیبر پختون خوا کے فقہاءِ احناف کا مؤقف ملاحظہ کیجئے:

4. سوال:"ایک شخص کی بیوی نافرمان ہے، بلا وجہ ہر وقت شوہر سے جھگڑتی رہتی ہے۔اگر اسی حالت میں شوہر کا انتقال ہو جائے، تو اس عورت کو شوہر کی میراث میں حصہ ملے گا؟"

جواب:"میراث میں حصہ کا تعین اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، لہذا فرمان بردار ہونے یا نہ ہونے کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔مذکورہ صورت میں نافرمان بیوی کو مقررہ حصہ ملے گا۔"[25]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ"[26]

اور تم جو کچھ چھوڑ کر جاؤ، اس کا ایک چوتھائی ان بیویوں کا ہے، بشرط یہ کہ تمہاری کوئی اولاد زندہ نہ ہو۔ اور اگر تمہاری کوئی اولاد ہو، تو پھر ان کو تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

حقِ مہر اور جہیز سے محروم کرنے کے لیے حیلہ بہانوں کی روک تھام

جب عام حالات میں عورت کے حق پر ڈاکہ ڈالنا، ایک معمولی سی بات ہو، تو طلاق کے بعد عورت کو مہر اور والد کی طرف دی ہو جہیز سے محروم کرنا، تو زیادہ آسان ہوگا۔ چنانچہ خیبر پختون خوا میں یہ بھی ایک متداول طریقہ ہے، کہ طلاق کی صورت میں اکثر شوہر بیوی کے حقِ مہر اور جہیز کے سامان پر قبضہ کرلیتا ہے، اور دلیل یہ دیتا ہے، کہ یہ نافرمان تھی، لہذا اس کو کسی قسم کا مہر یا جہیز کا سامان نہیں دیا جائے گا۔ یہ معاملہ اس وقت زیادہ سنگین ہو جاتا ہے کہ جب لڑکے والے طاقت ور اور لڑکی والے کمزور ہوں، ایسی صورت میں لڑکی کے لیے اپنا حق حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔

"فتاوی فریدیہ" میں ایک سوال اس قسم کے معاملہ کی خوب تصویر کشی کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ:

5. "ایک نادار اور شریف آدمی کی لڑکی کو ایک زور آور آدمی کے لڑکے نے بلا قصور طلاق دی، اور لڑکی کے تمام زیورات پر قبضہ کیا۔ دلیل یہ دی کہ یہ عورت میرے والدین کی خدمت نہیں کرسکتی۔ ایسی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟"

جواب کا حاصل یہ ہے کہ: "شوہر پر لازم ہے کہ پورا مہر لڑکی کے حوالہ کردے، اور والد کی طرف سے دی گئی جہیز کا سامان بھی عورت کو واپس کی جائے۔"[27]

نتائج

اس مضمون سے عورتوں کے بارے میں صوبہ خیبر پختون خوا کے فقہاءِ احناف کا نظریہ اور ان کو بااختیار بنانے میں ان کے کردار پر روشنی ڈالی گئی، جس کو چند نکات کی صورت میں یُوں بیان کیا جاسکتا ہے:

1. عورت اپنے ذاتی مال کے بارے میں بااختیار ہے، چنانچہ اسے اپنے مال سے مذہبی، سماجی، رفاہی اور ذاتی ضروریات کو پورا کرنے میں کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔
2. حقِ مہر اور جہیز کا مال خالص عورت کی ملکیت ہے، لہذا باپ یا شوہر کی طرف سے اس پر قبضہ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔
3. باپ یا شوہر کے مرنے کے بعد عورت کے مہر یا وراثت میں ملنے والے مال پر بھائیوں یا شوہر کے ورثاء کی طرف قبضہ کرنا، یا اس کے حق کو ساقط کرنے کے لیے مختلف قسم کے حیلے بہانوں کا سہارا لینا ظلم ہے، جس کی وجہ سے عورت کا حق ساقط نہیں ہوتا۔
4. عورت اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے ہر ممکن کوشش کرسکتی ہے، اور اس کی اس کوشش کو باپ یا شوہر کی نافرمانی تصوّر نہیں کی جائے گی۔
5. عورت کا اپنی مرضی سے شادی کرنا، یا بغیر مرضی کے شادی سے انکار کرنا بے حیائی والی بات نہیں ہے، اور نہ یہ غیرت کے خلاف ہے تاکہ اس کو غیرت کے نام پر قتل کیا جائے۔

---

[1] فتاوی حقانیہ، جامعہ دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک نوشہرہ، ج: ۳، ص: ۵۰۰۔

[2] فتاوی حقانیہ، ج:٦، ص:٣٣۔

[3] فتاوی حقانیہ، ج:٣، ص:٥١٧۔

[4] فتاوی حقانیہ، ج:٣، ص٥٣٧۔

[5] فتاوی حقانیہ، ج:٤، ص:٢٢٠۔

[6] برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، الھدایۃ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ج:١، ص:١٩١۔

[7] فتاوی حقانیہ، ج:٤، ص:٣٠٠۔

[8] فتاوی حقانیہ، ج:٤، ص:٣٠٠۔

[9] مفتی فرید، فتاوی فریدیہ، دارالعلوم صدیقیہ، صوابی، ج:٥، ص:١٠٨۔

[10] زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم، البحر الرائق، دارالکتاب الاسلامی، بیروت، ج:٣، ص:١١٨۔

[11] ابوالحسین علی بن عمر دارقطنی ، سنن الدار قطنی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ١٤٢٤ھ/٢٠٠٤ء، ج:٤، ص:٣٣٩، رقم:٣٥٦٦۔

[12] محمد بن اسماعیل بخاری ، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، بیروت، ١٤٢٢ھ، ج:٧، ص:١٨، رقم:٥١٣٨۔

[13] باکرہ اس عورت کو کہتے ہے، جس کی پہلے شادی نہ ہوئی ہو۔ اور ثیبہ اس عورت کو کہتے ہے، جس کی ایک مرتبہ شادی ہو چکی ہو۔

[14] فتاوی حقانیہ، ج:٤، ص:٣٩٤۔

[15] فتاوی فریدیہ، ج:٥، ص:٩٨۔

[16] فتاوی عالمگیری، دارالفکر، بیروت، ١٣١٠ھ، ج:١، ص:٢٨٧۔

[17] ، شمس الائمۃ محمد بن احمد سرخسی ، المبسوط، دارالمعرفۃ، بیروت، ١٤١٤ھ/١٩٩٣ء، ج:٤، ص:١٩٦۔

[18] فتاوی حقانیہ، ج:٤، ص:٣٧١۔

[19] برہان الدین محمود بن احمد، المحیط البرھانی، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ١٤٢٤ھ/٢٠٠٤ء، ج:٣، ص:٢٤٤۔

[20] فتاوی حقانیہ، ج:٤، ص:٣٧٣۔

[21] فتاوی فریدیہ، ج:٢، ص:٦٥٩۔

[22] علاء الدین ابو بکر بن مسعود کاسانی، بدائع الصنائع، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ١٤٠٦ھ/١٩٨٦ء، ج:٢، ص:٢٩١۔

[23] فتاوی فریدیہ، ج:٥، ص:٥٨۔

[24] فتاوی فریدیہ، ج:٥، ص:٥٧۔

[25] فتاوی حقانیہ، ج:٦، ص:٥٥٥۔

[26] سورۃ النساء:١٢۔

[27] فتاوی فریدیہ، ج:٥، ص:٧٢۔